ہیں، جو عرب مسلمانوں سے سودا خریدنے گئے، ان کی ایمانداری اور اخلاق سے متاثر ہو کر ''اسلام'' قبول کر لیا۔

سری لنکا ہی نہیں، دنیا کے 46 اسلامی ممالک میں اسلام کی بنیاد انہی تاجروں نے رکھی تھی۔ اشاعت اسلام کے تین بڑے ذرائع تھے: مسلمان تاجر، اسلامی مبلغین اور مسلم فاتحین۔ تاجر اپنی تجارت میں ایمانداری اور حسن اخلاق سے لوگوں کو متاثر کرتے، مبلغین خلوص سے دین حق کی تبلیغ کرتے اور محمد بن قاسم جیسے سپہ سالار لوگوں کو ظلم و بربریت کی حکومت سے نجات دلاتے۔ انصاف اور مساوات قائم کرتے۔ لوگ اپنے ہاتھوں سے بت توڑ کر اسلام قبول کر لیتے۔ اسلام نے تجارت میں ایک ایسا معیار قائم کیا جس میں ملاوٹ، ناپ تول میں کمی، نقائص چھپانے اور جھوٹ بولنے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ یہ معیارِ تجارت دنیا کے لیے بالکل نیا تھا۔ لہٰذا جو خریدار کسی مسلمان کی دکان یا مکان میں آ جاتا، وہ سودے کے ساتھ ''ایمان کی دولت'' بھی لے کر جاتا اور رام، لال سے بدل کر محمد، اسماعیل ہو چکا ہوتا۔

لیکن اب دنیا سے اسلامی معیار ختم ہو گیا۔ وہ اسلامی تجارت، جس نے پوری دنیا میں اسلام کی خوشبو پھیلائی، آہستہ آہستہ ختم ہوتی گئی۔ حتیٰ کہ ایسا وقت آ گیا ہے کہ اسلامی دنیا میں کوئی کمپنی، کوئی پراڈکٹ ایسا نہ رہا کہ لوگ خوشی سے خرید کر لے جائیں۔ اب لوگ ''حلال گوشت'' تک غیر اسلامی ممالک کا خریدتے ہیں۔ آپ پوری دنیا میں نظر دوڑائیں تو آپ کو اسلامی دنیا کی فیکٹریاں، کمپنیاں اور مصنوعات صفر نظر آئیں گی۔ صرف ملائیشیا ہی واحد ملک ہے جو مہا تیر محمد کی وجہ سے کسی نہ کسی حد تک اپنا معیار قائم کرنے میں کامیاب ہے۔ ورنہ باقی تقریباً 60 اسلامی ممالک صرف خریدار بن چکے ہیں۔

آج دنیا میں جاپانی کوالٹی، برٹش کوالٹی، امریکن کوالٹی، یورپی کوالٹی، چینی کوالٹی، حتیٰ کہ انڈین کوالٹی تک موجود ہے؛ لیکن ''اسلامی معیار'' کا نام تک موجود نہیں۔ ہم جب بازار جاتے ہیں تو ہر چیز ''امپورٹڈ کوالٹی'' مانگتے ہیں۔ چیز اٹھا کر اس کی مہر دیکھتے ہیں، اگر جاپانی یا امریکن ہو تو خرید لیتے ہیں، اگر کسی اسلامی ملک کا نام درج ہو تو واپس رکھ لیتے ہیں۔ ہزاروں، لاکھوں مسلمان خریدار یہودی مصنوعات خریدتے نظر آتے ہیں، حتیٰ کہ چائے اور ماکولات تک یہودی کمپنیوں کا خریدتے ہیں۔ پوری عرب دنیا میں ڈنمارک کا ''حلال'' گوشت بکتا ہے۔ (اللہ جانے حلال بھی ہے یا نہیں) ہمیں اب جائے نماز اور لوٹا تک غیر مسلم بنا کر دیتے ہیں۔

افسوس! وہ اسلام جسے تاجروں نے زمین کے آخری کونے تک پھیلایا، آج وہی اسلام تاجروں کے ہاتھوں سمٹ رہا ہے۔ وہ معیار جس کی بنیاد اسلام نے رکھی تھی، آج **میڈان جاپان**، **میڈان یو ایس اے** اور **میڈان چائنا** کے نیچے دب چکا ہے۔ [ماخذ: زیرو پوائنٹ ص 2]

❁❁❁❁

اخوت اسلامی قسط: 17

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روئے زمین کا افضل طبقہ

ابوعبداللہ

خلیفہ رسول ﷺ: حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ

رسول اللہ ﷺ کے بچپن کا ساتھی: سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ عبداللہ بن ابی قحافہ عثمان القرشی التیمی عام الفیل کے ساڑھے ساٹھ سال بعد پیدا ہوئے۔ نبی اکرم ﷺ کے بچپن کے ساتھی، ہم خیال دوست، معاشرے کے مشرکانہ عقائد سے بیزار اور معاشرتی خرابیوں کی اصلاح میں پیش پیش رہتے تھے۔

سبقت الی الاسلام کا غیر معمولی شرف: جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی نبوت کا اظہار کر دیا اور خفیہ طور پر دعوت دینے لگے تو بالغ، آزاد مردوں میں سے آپ رضی اللہ عنہ پہلی ہستی ہیں، جس نے فوراً بغیر کسی ہچکچاہٹ کے "لا إلٰه إلا الله محمد رسول الله" کا اقرار کر کے اسے اپنا دستورِ حیات بنالیا۔ جس کا خود نبی اکرم ﷺ برملا پبلک میں اظہار کرتے تھے کہ "میں نے جس کو بھی اسلام کی دعوت دی، سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس کے ہاں شروع میں تردد اور غور کی کیفیت تھی۔ ابوبکر کو جونہی دعوت اسلام دی" آؤ دیکھا نہ تاؤ، فوراً لبیک کہہ دیا۔" [سیرت ابن هشام]

نبی اکرم ﷺ صبح و شام آپ کے گھر تشریف لاتے اور دونوں تحریک اسلام کی کامیابی اور نشر و اشاعت کے حوالے سے مشورے اور منصوبہ بندی کرتے رہتے تھے۔ اور یہ مبارک سلسلہ روز بروز مستحکم ہوتا چلا گیا۔

حضرت عمرو بن عبسہ السلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے مکہ جا کر رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ آپ کے ساتھ اور کون کون ہیں؟ فرمایا: "ایک آزاد شخص اور ایک غلام" اس وقت آپ ﷺ کے ساتھ ابوبکر اور بلال تھے۔ [صحیح مسلم کتاب المسافرین ح ٤٩٤] عمرو بن عبسہ کا سوال ان خاص افراد سے متعلق تھا، جو آپ ﷺ کے گھرانے سے باہر سے تعلق رکھتے ہیں، سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے گھر ہی کے افراد تھے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اپنا آنکھوں دیکھا حال ذکر کرتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ کے ساتھ کل مسلمان پانچ غلام، دو عورتیں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ [بخاری مناقب الأنصار ح ٣٨٥٦]

امیر المؤمنین سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سب سے پہلے حضرت ابوبکر مسلمان ہوئے۔ [تاریخ ابن عساکر]

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی وہ ابو بکر رضی اللہ عنہ ہے۔ [تاریخ الخلفاء سیوطی] قرآن کریم نے اس خوش نصیب طبقے کو" السابقون الأولون " کے دلآویز اور منفرد وصف سے متصف کیا ہے۔

مذکورہ بالا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ شاعر رسول ﷺ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت ابو محجن ثقفی رضی اللہ عنہ وغیرہ نے بھی اپنے منظوم کلاموں میں آپ رضی اللہ عنہ کے سبقتِ ایمانی کا واشگاف الفاظ میں اظہار کیا ہے۔ ان اشعار اور بیانات میں یہ بھی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایک معروف ومسلّمہ حقیقت تھی کہ نبی اکرم ﷺ کے بعد امت میں' جن میں سرفہرست صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں' ابو بکر افضل ہیں، اور ان کے بعد عمر رضی اللہ عنہ۔

علامہ طبری اپنی تفسیر مجمع البیان میں آیت ﴿والسابقون الأولون من المهاجرين والأنصار﴾ کے تحت رقم کرتے ہیں: ''سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پھر ابو بکر نے ایمان لایا۔''

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام صرف ایک فرد کا قبول اسلام نہ تھا؛ بلکہ ایک گروہ اور ایک انجمن کا قبول اسلام تھا۔ اسلام قبول کرتے ہی آپ رضی اللہ عنہ کا نقیب وعلمبردار بن کر اپنے حلقہ احباب میں دعوت اسلام دینے لگے۔ آپ کی مساعی سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جیسی بڑی ہستیاں اور عشرہ مبشرہ بالجنہ کے اراکین حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

آپ رضی اللہ عنہ قریش میں ہر دلعزیز، نرم خو، علم الأنساب کے بڑے عالم، کامیاب تاجر، اخلاق حسنہ کے پیکر، نیکوکار اور وفورِ حلم وعقل میں معروف تھے۔ قوم ایم جنسی نوعیت کے معاملات میں آپ سے رجوع کرتی تھی۔ [سیرت ابن هشام ۱/ ۲۵۰]

آپ نے جب اسلام قبول کیا تو آپ کے پاس چالیس ہزار درہم تھے۔ یہ تعداد دس ہزار پانچ سو تولہ بنتی ہے۔ آپ نے یہ تمام اسلام کی نشر واشاعت اور خدمت میں خرچ کیا۔ حضرت بلال کے علاوہ کئی غلاموں اور لونڈیوں کو کفار سے خرید کر آزاد کیا، جنہیں اسلام قبول کرنے کی پاداش میں سخت ایذارسانیوں کا سامنا تھا۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مکہ کے معاشرے میں بااثر اور معزز ہونے کے باوجود کفار کی ایذا رسانی سے محفوظ نہ رہ سکے۔ کفار کے دلوں میں جتنا نبی اکرم ﷺ کھٹکتے تھے، اتنا ہی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بھی سمجھتے تھے۔ اسی لیے انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی شرافت، عزت اور احترام کو بھی بالائے طاق رکھا۔

امام محمد الباقر فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں فرمایا: لوگو بتاؤ کہ سب سے زیادہ بہادر کون

ہے؟ لوگوں نے کہا: "آپ" فرمانے لگا: ٹھیک ہے کہ میں نے جس کے ساتھ مقابلہ کیا، ٹھکانے لگا دیا۔ مگر سب سے بہادر ابوبکر ہے۔ ایک مرتبہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ قریش آپ کو گھیرے ہوئے ہیں۔ کوئی آپ کو پکڑ کر کھینچتا، کوئی دھکا دیتا۔ اور سب کہتے جاتے کہ "تو ہی ہے جس نے صرف ایک ہی رب کا نعرہ بلند کر رکھا ہے۔" یہ منظر اس قدر بھیانک تھا کہ میں نے دیکھا کسی کو آپ ﷺ کے پاس آنے کی جرأت نہیں ہو رہی ہے۔ اتنے میں ابوبکر آگے بڑھے، انہوں نے کسی کو مارا، کسی کو دھکا دیا، کسی کو پیچھے ہٹایا اور کہا ﴿أتقتلون رجلاً أن يقول ربي الله﴾ تم ایسے آدمی کو قتل کرتے ہو جو یہ کہتے ہیں کہ میرا رب اللہ ہے! پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ رو پڑے اور سوال کیا: "میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ آل فرعون کا مؤمن افضل تھا یا ابوبکر؟ لوگ خاموش رہے، تو فرمایا: "قسم اللہ کی ابوبکر کی ایک گھڑی مؤمن آل فرعون سے بدرجہا افضل ہے۔ یہ اس لیے کہ وہ ایمان کو چھپاتا تھا اور یہ ایمان کا برملا اظہار کرتے تھے۔ [مسند البزار، فتح الباری ۱۷۹/۷]

ایک بار کفار کی ایذا رسانیوں سے تنگ آ کر حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی نیت سے نکلے۔ جب برک الغماد نامی جگہ پہنچا تو قبیلہ قارہ کے سردار ابن دغنہ نے کہا: "اے ابوبکر تم جیسوں کو نہیں جانا چاہیے، نہ نکالا جانا چاہیے، تم محتاجوں کو کمائی کر کے دیتے ہو، رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتے ہو، لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہو، مہمان نوازی کرتے ہو، اور حادثات میں ریلیف دیتے ہو...... یہ کہ کر انہوں نے واپس مکہ لایا اور سرداروں کو بلا کر بھی ابوبکر کے وہ اوصاف گنوائے جو انہوں نے خود ان سے کہا تھا۔ [بخاری مناقب الانصار باب هجرة النبي و أصحابه إلى المدينة]

یہ وہ مکارم اخلاق ہیں، جن کے ساتھ ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کو متصف کیا تھا۔ آپ ﷺ کو تسلی دی تھی جب آپ ﷺ غار حراء سے خوفزدہ حالت میں گھر لوٹے تھے۔ اور اماں خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان اوصاف کو بطور دلیل و ثبوت پیش کیا تھا کہ جو ان اوصاف سے متصف ہو وہ ہمیشہ معزز و مکرم رہے گا۔ ذلیل و رسوا کبھی نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ اوصاف ہر معاشرے میں مسلمہ اور زریں تعلیمات کا حصہ ہیں۔

"صدیق" لقب کا ایوارڈ: اسراء و معراج کے واقعے کو کفار نے جھٹلانا تھا اور جھٹلایا، لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "صدقت أشهد أنك رسول الله" آپ ﷺ نے بالکل درست ارشاد فرمایا: "وأنتَ يا ابا بكر الصديقُ" اے ابوبکر تو صدیق (بہت ہی سچا انسان) ہے۔ [السيرة النبوية ابن هشام]

سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جب اللہ کے نبی ﷺ سے کوئی حدیث سنتا تو اللہ تعالیٰ اس سے مجھے خوب نفع

دیتے، جب مجھے آپ کے اصحاب میں سے کوئی حدیث بیان کرتا، تو قسم دلاتا، جب وہ قسم کھاتا، تو میں اس کی تصدیق کرتا۔ مجھے ابوبکر نے حدیث بیان کی اور وہ اس میں سچے ہیں، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی بھی آدمی گناہ سرزد ہونے کے بعد پچھتا کر وضوء اچھی طرح کرتا ہے، پھر کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھ لیتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دیتا ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی ﴿ والذين إذا فعلوا فاحشة...... ﴾'' اور وہ لوگ جب کوئی بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہیں یا اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں، اس کے بعد وہ اللہ کو یاد کر کے اپنے لیے استغفار کرتے ہیں تو اللہ کے سوا اور کون ہے جو گناہوں کو معاف کر سکتا ہے۔'' [ابو داؤد الوتر باب فی الإستغفار ، ابن ماجه اقامة الصلاة باب ماجاء فی أن الصلاة كفارة ، ترمذی تفسير سورة آل عمران]

ہجرت مدینہ میں ''ثانی اثنین'' کا منفرد اعزاز: ایک بار آپ نے ہجرت مدینہ کی تیاری کر لی اور رسول اکرم ﷺ سے اجازت مانگی تو فرمایا ''ابوبکر ذرا ٹھہر جا'' تو آپ رک گئے اور اس مقصد کے لیے دو اونٹوں کو خصوصی خوراک دینے لگے۔ جب جبریل امین نے آپ کے قتل کے متعلق کفار کے ناپاک منصوبے سے آگاہ کیا تو خلاف معمول ٹھیک دوپہر کے وقت دوست کے گھر پہنچے۔ اور ہجرت کے لیے اذن الٰہی سے آگاہ کیا۔ فوراً ایک لمبے سفر اور ابدالآباد ترک وطن کے لیے تیاری شروع ہوئی۔

۲۷ صفر المظفر ۱۳ نبوت، ۱۲ یا ۱۳ ستمبر ۶۲۲ جمعرات کی ٹھیک آدھی رات کو آپ ﷺ دولت کدے سے نکلے اور اسلام کی دوسری بڑی شخصیت اور اپنے بااعتماد دوست کے کاشانہ پر پہنچے۔ یہاں پہلے سے صدیقی خاندان خدمت کے لیے الرٹ تھا۔ سفری سامان باندھ لیا گیا۔ حضرت اسماء نے اپنی چادر کے دو ٹکڑے کر کے ایک سے تھیلے کا منہ باندھ لیا۔ یہیں سے آپؓ کا لقب ''ذات النطاقین'' (دو پٹیوں والی) پڑ گیا۔ دونوں ساتھیوں نے گھر سے نکل کر مدینہ کے مخالف سمت یمن کی طرف راستہ اختیار کیا۔ اور کوئی پانچ میل کا فاصلہ طے کر کے غار ثور پہنچے۔ صدیق اکبر نے کہا: ''اے رسول اللہ ابھی اس میں داخل نہ ہو جائیے، پہلے میں داخل ہو کر دیکھ لیتا ہوں۔ اگر اس میں کوئی ناگہانی چیز ہو تو آپ ﷺ کے بجائے مجھے اس سے سابقہ پیش آئے گا۔ چنانچہ آپؓ نے پہلے اندر جا کر غار کو صاف کیا۔ سوراخوں میں اپنا تہبند پھاڑ کے بند کیا۔ لیکن دو سوراخ رہ گئے، جن میں دونوں پیر رکھ لیے۔ آپ ﷺ ابوبکر کی آغوش میں سو گئے۔ اس دوران آپ کے پیر کو کسی زہریلے جانور نے ڈس لیا جس پر آپ ﷺ نے لعاب دہن لگایا اور تکلیف جاتی رہی۔ [مشکوۃ المصابیح]

غار حراء میں تین روز ٹھہرے، تاکہ تلاشی کا ہیجان مدہم پڑے۔ ان ایام میں آپ ﷺ کے صاحبزادے عبداللہ یہیں رات گزارتے تھے یہ ایک ہوشیار لڑکا تھا۔ سحر کی تاریکی میں یہاں سے چلے جاتے اور مکہ میں قریش کے ساتھ یوں صبح کرتے گویا وہیں رات گزاری ہے۔ پھر آپ دونوں کے خلاف جو بات سنتے، رات کی گہری تاریکی میں آکر آپ دونوں کو آگاہ کرتے۔ حضرت عامر بن فہیرہ ان نشانات قدم کو بکریاں چرا کر مٹا ڈالتے اور دونوں کو دودھ پلاتے۔

صدیق اکبر ﷺ کے والد ابوقحافہ نے جب بیٹے کی ہجرت کی خبر سنی تو پوتی اسماء سے پوچھا کہ سنا ہے کہ تیرا ابو روپے بھی ساتھ لے گئے ہیں؟ اسماء نے کہا ابا جان یہ بات نہیں وہ بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں۔ بینائی سے محروم تراسی برس کے ابوقحافہ کا ہاتھ پکڑ کر اسماء اس الماری تک لے گئی جس میں روپیہ پڑا رہتا تھا۔ ایک کپڑے میں پتھر بھر کر رکھا تھا، اس پر دادا کا ہاتھ پھرایا اور کہا دیکھ دادا جان اس الماری میں۔ دادا جان نے کہا خیر اتنا چھوڑ گیا ہے، تو کوئی حرج نہیں۔

کھوجیوں کا ایک جتھہ غار کے دہانے تک پہنچ گیا تو حضرت صدیق اکبر کہنے لگے: ''یارسول اللہ اگر ان میں سے کوئی شخص اپنی نگاہ نیچی کر دے تو ہمیں دیکھ لے گا۔ فرمایا: ''ابوبکر ایسے دو آمیوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے کہ جن کا تیسرا اللہ ہے!'' اس تاریخی سفر کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں محفوظ کر دیا ہے: ﴿ **إلا تنصروه فقد نصره الله إذ أخرجه الذين كفروا ثاني اثنين إذ هما في الغار إذ يقول لصاحبه لا تحزن إن الله معنا فأنزل الله سكينته عليه وأيده بجنود لم تروها وجعل كلمة الذين كفروا السفلى** ...... ﴾ [۹/ ۴۰] ''اگر تم لوگ اس کی نصرت نہیں کرتے ہو، تو اللہ نے ان کی نصرت کی۔ جب وہ اپنے ساتھی سے کہنے لگا'' پریشان مت ہو نا اللہ ہمارے ساتھ ہے، چنانچہ اللہ نے اپنی سکینت اس پر اتاری، ان دیکھی لشکروں کے ذریعے اس کی مدد کی اور کافروں کے کلمے کو نیچا کر دکھایا۔''

دوشنبہ ۸ ربیع الاول بمطابق ۲۳ ستمبر ۶۲۲ کو اسلام کا یہ قافلہ قبا پہنچا، جہاں سارا مدینہ منورہ استقبال کے لیے امڈ آیا تھا اور جشن کا سماں تھا۔ چند روز بعد آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت سودہ، دونوں صاحبزادیاں حضرت ام کلثوم اور فاطمہ الزہراء، حضرت اسامہ اور ام ایمن ﷺ بھی پہنچ گئے۔ ان سب کو اور آل ابی بکر کو حضرت عبداللہ بن ابی بکر لے آئے تھے۔ [الرحیق المختوم]

مدینہ منورہ پہنچ کر اسلام کی دوسری بڑی اور افضل مسجد کی تعمیر کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس جگہ کی قیمت ادا کرنے کی سعادت بھی صدیق اکبر ﷺ کو حاصل ہوئی۔

غزوات رسول ﷺ میں شانہ بشانہ: آپ ؓ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ جن میں آپ کی حیثیت مشیر خاص مجاہد اور قائم مقام سالار اعظم تھی۔ اسلام کی پہلی جنگ غزوہ بدر میں رسول اللہ کی حفاظت کی ذمہ داری کا شرف حاصل ہوا۔ محمد بن عقیل بن ابی طالب کا بیان ہے کہ ایک بار حیدر کرار علی ؓ نے خطبہ دیا اور فرمایا: لوگو بتاؤ کہ سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ ہم نے کہا'' آپ'' فرمانے لگے: وہ تو ابو بکر الصدیق ہے وہ اس طرح کہ ہم نے بدر کے روز نبی ﷺ کے لیے ایک سائبان بنایا تھا۔ ہم نے کہا:'' کون ہے جو یہاں رہ کر کسی کافر کو نبی ﷺ کے پاس نہ آنے دے؟ ابو بکر اٹھا اور آپ ﷺ کے پاس شمشیر آبدار لے کر چوکیداری کرتا رہا۔ [فصل الخطاب،مسند البزار،مسند اهل بيت ص۸۔۷]

جنگ بدر کے روز کئی صحابہ کرام ؓ کے ایمان افروز واقعات پیش آئے، جو انہی نفوس کا خاصہ تھے۔ عبد الرحمٰن بن ابی بکر مشرکین کے ساتھ آئے ہوئے تھے۔ پکارا کہ میرے مقابلہ میں کون آتا ہے؟ صدیق اکبر خود تلوار لے کر مقابلے کو نکلے لیکن رحمت عالم ﷺ نے آپ کو روک لیا۔ [اسد الغابة في معرفة الصحابة]

اسلام قبول کرنے بعد ایک بار عبد الرحمٰن نے کہا: ابا جان! غزوہ بدر کے موقع پر ایک بار آپ میری تلوار کی زد میں آئے تھے۔ مگر میں نے بچایا، فرمایا: اگر تو میری تلوار کی زد میں آتا تو میں کبھی نہ چھوڑتا۔''

اس جنگ کے قیدیوں کو قتل کرنے یا فدیہ لے کر آزاد چھوڑنے میں آپ ﷺ اور ابو بکر کی رائے متفق ہوئی۔

جنگ احد میں بعض مسلمانوں کی غلطی اور امیر کی اطاعت نہ کرنے کی پاداش میں مجاہدین اسلام کے قدم تھوڑی دیر کے لیے اکھڑ گئے اور پسپا ہوگئے۔ مگر چند حضرات صحابہ کے ساتھ صدیق اکبر ثابت قدم رہے۔ تفسیر مجمع البیان طبرسی کے مطابق آپ ؓ تیرہ ثابت قدم افراد میں شامل تھے۔ جنگ کے اختتام پر سپہ سالار کفار ابو سفیان نے رسول اللہ کے بعد ابو بکر اور عمر کا نام لے کر تین بار پکارا: کیا یہ لوگ زندہ ہیں؟ اس سے یہ اندازہ کرنا مشکل کام نہیں کہ اس وقت دشمن کی نظروں میں بھی آپ ﷺ کے بعد یہی دونوں ہستیاں مرکزی حیثیت رکھتی تھیں۔

غزوہ بنی مصطلق یا مریسیع میں منافقین نے نبی اکرم ﷺ اور خاندان صدیقی کو بدنام کرنے کی سازش کی۔ جو تاریخ میں'' واقعہ افک'' سے مشہور ہے۔ خاندان صدیقی کو شاید بدنام اس لیے کرنا تھا کہ انہوں نے اسلام کی بے لوث خدمت کی تھی۔ جو منافقوں کو قطعی طور پر قابل قبول نہیں تھی۔ اور وہ ہمیشہ سرفروشانِ اسلام کی کسی نہ کسی پہلو سے تذلیل وتحقیر کرنے کی فکر میں گھلتے رہتے تھے۔ اور کوئی نہ کوئی افسانہ بناتے رہتے تھے۔ رسول اکرم ﷺ کی پیاری بیوی صدیقہ

کائنات عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا۔ جب کسی نبی کی زوجہ محترمہ، کوئی صحابی رسول ﷺ یا تمام اصحاب رسول ﷺ کو کسی ناپسندیدہ فعل میں ملوث ظاہر کیا جائے گا، اور لوگوں میں یہ عمل شہرت پائے گا، تو رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اور دین اسلام کو دفن کرنا نہایت ہی آسان ہوگا۔

اس من گھڑت واقعے میں صدیق اکبر اور ان کی اہلیہ نے نہایت ہی صبر وتحمل اور سنجیدگی سے کام لیا۔ بالآخر اس خاندان کی صفائی وتطہیر اللہ تعالیٰ نے عرش معلّی سے نازل کردی۔ اور قرآن کریم کا ابدی حصہ بنا دیا۔ ﴿**سبحانک ھذا بھتان عظیم**﴾ اور حضرت مسطح بن اثاثہ کے ساتھ آئندہ نیکی و بھلائی نہ کرنے کی قسم وعزم کو ربِ صدیقی نے نہایت ہی نرمی اور ملائمت کے ساتھ صدیق کو منالیا۔ اور وہ ''کیوں نہیں، میں چاہتا ہوں کہ اللہ مجھے بخش دے'' کہنے پر فوراً آمدہ ہوا۔

صلح حدیبیہ کے سفر میں آپ ﷺ اور صحابہ کرام پر غدیر الأشطاط نامی جگہ پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ کفار آپ ﷺ کو روکنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ تو صحابہ سے مشورہ طلب کیا۔ صدیق اکبر نے مشورہ دیا: اے اللہ کے رسول! آپ صرف بیت اللہ کی زیارت کی نیت سے نکلے ہیں، حرب وضرب آپ کا ارادہ نہیں۔ آپ سفر جاری رکھیں۔ اگر کوئی ہم سے مزاحم ہوا، تو اس کی خبرلیں گے۔ چنانچہ آپ نے اس تجویز کو پسند کیا اور کوچ کرنے کا حکم دیا جو حدیبیہ نامی جگہ پہنچ کر روک لیا گیا۔

صلح حدیبیہ کے آزمائش کن موڑ پر کفار مکہ کے ایک سفیر عروہ بن مسعود ثقفی نے اصحاب رسول ﷺ کے بارے میں غیر ذمہ دارنہ بات پر غضبناک ہوکر فرمایا: ''تو اپنی دیوی لات کی شرمگاہ چاٹ لے، کیا ہم رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگیں گے؟'' عروہ کو جب پتہ چلا کہ یہ دندان شکن جواب دینے والا اس کا ایک محسن ابوبکر ہے، تو دل ہی دل میں احسان کا اعتراف کر کے خاموشی اختیار کرلی۔ اور زبان حال سے کہا: اگر کوئی اور ہوتا تو کھرا کھرا سنا دیتا!

اس صلح کی بعض دفعات اور زیارت کعبہ سے روکے جانے وغیرہ بعض نکات ایسے تھے کہ عزم ویقین کے کوہ ہمالیہ جیسی بعض شخصیات بھی شدید متاثر ہوئیں اور صبر کا چٹان ٹوٹنے لگا، جن میں حضرت عمرؓ قابل ذکر ہیں۔ جس کا انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور صدیق اکبر کے سامنے اظہار بھی کیا۔ صدیق اکبہ وہ شخصیت تھے، جنہیں یہ جذباتی مناظر اور فیو چر سرِ مو بھی متاثر نہ کرسکا اور بعینہ وہی جواب دیا جو رسول اللہ ﷺ نے دیا تھا۔ اور کہا کہ ''رسول اللہ کی رکاب تھامے رکھو، یہاں تک کہ موت آجائے۔ اللہ کی قسم وہ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ اللہ ان کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔''

جنگ تبوک کے نازک موقع پر آپ نے گھر کو جھاڑو دے کر سارا مال لاکر سول اللہ ﷺ کے قدموں میں ڈال دیا۔ آپ ﷺ نے اپنے اس بے لوث اور فقر وفاقہ سے نہ ڈرنے والے ساتھی کی اس کارگزاری کو امت پر واضح کرنے کے

لیے برسرِ عام پوچھا: ابو بکر! گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ آئے ہو؟ عرض کیا: "یا رسول اللہ! میں نے ان کے لیے اللہ اور اس کا رسول رکھ چھوڑا ہے۔" [جامع الترمذی مناقب ابی بکر، ابو داؤد کتاب الزکوٰۃ]

علامہ اقبال نے اس منظر کی عکاسی کرتے ہوئے فرمایا ہے:

پروانے کو چراغ ہے، بلبل کو پھول بس — صدیق ؓ کے لیے ہے خدا کا رسول ﷺ بس

آپ ؓ ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین أنفسهم وأموالهم بأن لهم الجنة يقاتلون في سبيل الله فيَقتلون ويُقتلون وعداً عليه حقاً في التوراة والإنجيل والقرآن ومن أوفى بعهده من الله فاستبشروا ببيعكم الذي بايعتم به...... ؓ کے اولین مصداق تھے۔

صدیق اکبر بطور امیر الحج: ذی قعدہ ۹ھ میں رسالت مآب ﷺ نے آپ ؓ کو امیر الحج بنا کر بھیجا۔ آپ نے نبی اکرم ﷺ کے خلیفے کی حیثیت سے حج کی امامت کی۔ دس ذی الحجہ کے روز اعلان کروایا کہ آئندہ سے کوئی مشرک حج نہیں کر سکتا، اور نہ کوئی ننگا آدمی طواف کر سکتا ہے۔ [بخاری المغازی باب حج ابی بکر] یہ اعلان گویا جزیرہ عرب سے بت پرستی کے خاتمے کا اعلان تھا۔

نبی آخر الزمان ﷺ کی رحلت: ۲۹ صفر المظفر کو نبی اکرم ﷺ کے سر مبارک میں درد شروع ہوا۔ جب تک مسجد میں آنا ممکن ہوا، تشریف لاتے رہے۔ وفات سے چار روز قبل آپ ﷺ نے صحابہ کرام ؓ سے خطاب فرمایا جس میں منجملہ باتوں کے یہ بھی ارشاد فرمایا: "اللہ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ وہ دنیا کو منتخب کرے یا اس کے ہاں موجود انعامات کو۔ تو اس بندے نے ماعند اللہ کا انتخاب کیا۔" یہ سننا تھا کہ ابو بکر بلک بلک کر رونے لگے۔ راوی حضرت ابو سعید خدری ؓ وغیرہ کو اس پر خوب حیرت ہوئی کہ اتنی سی بات پر یہ بزرگ کیوں رو رہے ہیں؟ بعد میں عقدہ کھلا کہ یہ کوئی تمثیلی قسم کی بات نہ تھی بلکہ خود رسول اللہ مراد تھے۔ اور ابو بکر سب سے زیادہ مقاصد نبوی جاننے والے تھے۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: "ابو بکر! ٹھہر جا۔ مجھ پر مال و جان کی فداکاری اور نچھاوری کے حوالے سے سب سے زیادہ احسان کرنے والا ابو بکر ہے۔ اگر میں رب کے سوا کسی کو خلیل (گہرا ترین دوست) بنانے والا ہوتا تو ابو بکر کو بناتا۔ لیکن اسلام کی اخوت اور مودت کافی ہے۔ جتنے دریچے مسجد میں کھلتے ہیں بند کر دو، صرف ابو بکر کے دریچے کو کھلا رہنے دو۔ میں نہیں جانتا کہ ابو بکر کی محبت و رفاقت اور اس کے مال سے بڑھ کر کسی اور کی محبت و رفاقت میرے کام آیا ہو۔ [بخاری فضائل صحابۃ]

حضرت ابوھریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہمارے اوپر جو لوگوں کے احسانات تھے ان کا بدلہ ہم نے چکا دیا ہے، سوائے ابو بکر کے، ان کے احسانات کا بدلہ روز آخرت اللہ ہی دے گا۔[ترمذی مناقب ابی بکر] یہ مضمون ابوسعید خدری، ابن ابی المعلی، ابن عباس، ابی بن کعب، انس بن مالک، ابن مسعود اور ابن زبیر رضی اللہ عنھم وغیرہ سے بھی مروی ہے۔[سنن الترمذی] بعض احادیث میں ہے کہ مجھ پہ سب سے زیادہ احسان کرنے والا ابو بکر ہے اپنی بیٹی کی شادی مجھ سے کرا دی، میرا غم بانٹ لیا۔ بلال کو آزاد کیا اور مجھے دارِ ہجرت پہنچا دیا۔[ابن عساکر بحوالہ فتح الباری حدیث ٣٦٥٤]

ام المؤمنین عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مرض وفات میں ارشاد فرمایا: "عائشہ تیرے باپ ابو بکر اور بھائی عبدالرحمن کو بلا لائیں۔ میں کوئی دستاویز لکھنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ میں خدشہ محسوس کرتا ہوں کہ کوئی آرزو کرنے والا آرزو کرے گا اور کہنے والا کہے گا کہ میں اس معاملے (خلافت) کا زیادہ حقدار ہوں۔ مگر اللہ اور تمام مؤمنین سوائے ابو بکر کے کسی اور کو قبول نہیں کریں گے۔[صحیح مسلم فضائل الصحابة]

عملاً بعد میں ایسا ہی ہوا۔ جب آپ ﷺ میں مسجد میں جانے سکت نہ رہی تو فرمایا "ابو بکر کو حکم دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔" حضرت عائشہؓ نے کہا آپ اس ذمہ داری پر کسی اور کو لگائیں۔ ان کا منشا یہ تھا کہ کہیں اس سے لوگ بدشگونی نہ لیں اور حکمت یہ پیش کی کہ وہ رقیق القلب ہیں، آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو روتے رہیں گے نماز نہ پڑھا سکیں گے۔ آپ ﷺ نے تین بار یہی حکم دہرایا اور حضرت عائشہ نے اپنی بات دوبار دہرائی۔ تیسری بار رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم سب یوسف والیاں ہو۔ ابو بکر سے کہو کہ میری جگہ نماز پڑھائیں۔

ایک دفعہ آپ نماز پڑھا رہے تھے کہ یکا یک آپ ﷺ نے طبیعت میں سکون محسوس کیا تو سیدنا عباس اور سیدنا علی ؓ کے کندھوں کے سہارے مسجد میں تشریف لائے۔ ابو بکر نے آپ کی آمد محسوس کی تو پیچھے ہٹنے لگے، مگر آپ ﷺ نے اشارہ کیا کہ اپنی جگہ بدستور قائم رہیں۔ پھر آپ ﷺ ابو بکر کی بائیں طرف بیٹھ گئے۔ ابو بکر کھڑے ہو کر اور رسول اللہ ﷺ بیٹھ کر نماز پڑھنے لگے۔ لوگ ابو بکر کی اور ابو بکر رسول اللہ کی اقتدا کرتے تھے۔[بخاری کتاب الاذان] یہ واقعہ آپ ﷺ کی رحلت سے ایک دو روز قبل ہفتہ یا اتوار کو پیش آیا تھا۔[الرحیق المختوم] امامت صدیق کا یہ واقعہ حضرت عائشہ کے علاوہ حضرت ابوموسیٰ اشعری، انس بن مالک اور عبداللہ بن عمرو ؓ وغیرہ سے بھی منقول ہے۔

رحمتِ عالم ہادی برحق ﷺ ١٢ ربیع الاول ١١ھ روزِ دوشنبہ چاشت کے وقت عمر مستعار کے ٦٣ برس مکمل کر کے